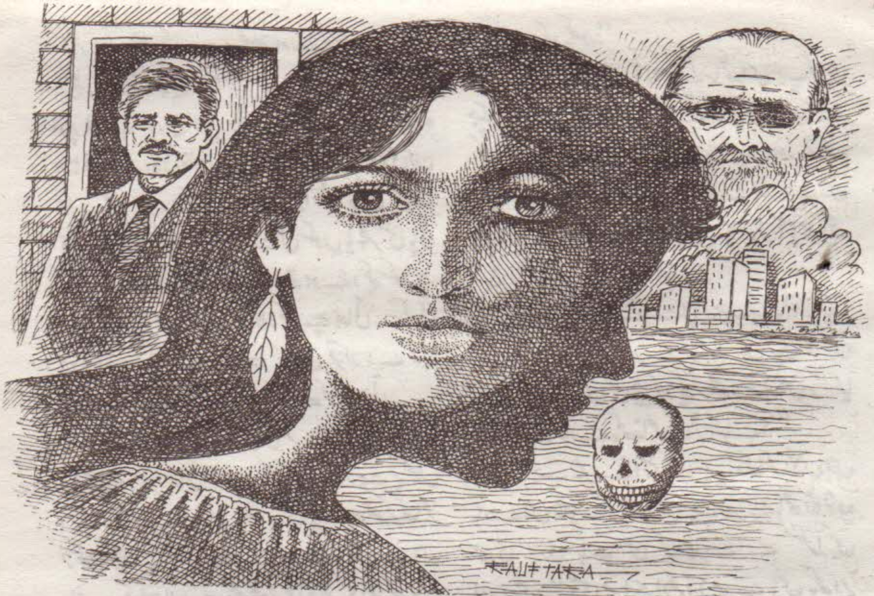

رات کی کہانی

فلک زاہد-لاہور

چاند کی روپہلی چاندنی سمندر کنارے عجیب سماں پیدا کررہی تھی کہ اتنے میں سطح سمندر پر ایک خوبرو دلکش اور دلفریب دوشیزہ نمودار ہوئی اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور پھر......

ایک عجیب وغریب......دلفریب فرحت بخش نا قابل یقین حقیقت پر مبنی کہانی

میری عمر پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی جب میں اور میری فیملی اپنی زیادہ تر موسم سرما کی چھٹیاں سمندر کے کنارے بنے ایک چھوٹے سے کاٹیج میں گزارا کرتے تھے۔ مغربی ویلز میرے اور میرے بڑے بھائی کے لئے دوسرے گھر جیسا تھا۔ وہاں کی آب وہوا میں کچھ الگ ہی اپنا پن اور جادو سا تھا۔ جب سمندر کی لہریں خاموشی سے ساحل کنارے سے ٹکراتیں تو پانی کے شور کی آواز مجھے اپنے کمرے کی کھڑکی کے ذریعے سنائی دیتی ہر رات میں خالی الذہن آنکھیں کھولے آرام سے اپنے بستر پر لیٹ جاتی اور سمندر کی لہروں کی پرسکون آوازیں سنتی رہتی جو مجھ پر ماں کی سنائی ہوئی لوری کے جیسا کام کرتی اور میں سمندر کی لہروں کے ساتھ نیند کی وادیوں میں کہیں گم ہو جاتی۔

ہم دونوں بہن بھائی اپنا زیادہ تر وقت سمندر

کنارے ساحل کی ریت پر کھیلتے ہوئے گزارتے جو کافی وسیع رقبے تک پھیلا ہوتا تھا سمندر کے شفاف پانی کے اوپر ڈوبتے سورج کا وہ دلفریب منظر اس قدر سحر زدہ ہوتا تھا کہ میں کافی دیر اس کے سحر میں جکڑی رہتی تھی ان لمحات میں میرے دل میں شدید خواہش جاگتی تھی کہ کاش میں کبھی کسی جل پری سے مل سکوں یا پھر کسی پانی کے گھوڑے کو ہی کف دریا پر تیرتے ہوئے دیکھ سکوں۔ جب میں اپنی ان خواہشات کا ذکر اپنے بھائی سے کرتی تو وہ ہنس کر میرے خیالات کو خیالی قرار دے دیتا اور میں اس کے ایسا کہنے پر چپ سادھ کر رہ جاتی۔

وہ دن بھی باقی دنوں کی طرح ایک عام سا دن تھا میں اور میرا بھائی سمندر کے کنارے ریت پر کھیل رہے تھے جب ہی میں پانی پر کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر لڑکھڑا گئی۔ بہ مشکل سنبھلنے کے بعد جب میں نے اس جانب دیکھا جہاں سے مجھے ٹھوکر لگی تھی تو کسی چیز کو ریت کے اندر چمکتے ہوئے پایا اس پر سے سمندر کی لہریں آ جا رہی تھیں۔ میں اس کے قریب پہنچی تو وہ چیز سورج کی کرنوں میں پہلے سے بھی زیادہ ٹمٹمانے لگی۔ سمندر کی آوارہ موجیں بار بار ساحل کنارے آ کر ریت کو چوم رہی تھیں جیسے ہی لہروں نے واپسی کا رخ کیا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر قدرے جھک کر ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈال کر اس چیز کو گیلی ریت کے اندر سے نکال لیا اور اپنے ہاتھ میں اسے مضبوطی سے تھام کر غور سے دیکھنے لگی۔ یہ ایک نہایت خوبصورت چمکتا دمکتا سیپ تھا۔ جس کی ٹمٹماہٹ اسے مزید دلکش بنا رہی تھی۔ ''شاید یہ سیپ کسی جل پری کے ہار کا ہے۔'' یہ خیال یونہی اچانک سے میرے ذہن میں کوندا تھا کیونکہ سیپ کے خدوخال نہایت قدیم طرز کے تھے اور ایسا سیپ میں نے زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

میں ابھی غور غور سے اس دلکش سیپ کو الٹ پلٹ کر دیکھ ہی رہی تھی جب ہی میری سماعتوں سے میرے بھائی کی آواز ٹکرائی۔ ''کیسی تم وہاں کیا کر رہی ہو؟'' میرے بھائی نے دور سے آواز لگائی۔ ''ادھر آؤ اور کیکڑوں کو دیکھو۔''

میں نے نہایت آرام کے ساتھ اس سیپ کو اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا اور اپنے بھائی کی جانب بڑھ گئی اس دن ہم سمندر کنارے سورج غروب ہونے تک کھیلتے رہے تھے۔ کاٹیج واپس آنے کے بعد جب میں اپنے کمرے میں آئی تو مجھے اس سیپ کا خیال آیا جو مجھے آج ساحل کنارے سے ملا تھا۔

جیسے ہی میں نے اسے اپنی جیب سے نکالا ٹھیک اسی وقت میری ممی میرے کمرے میں چلی آئیں اور میرے ہاتھ میں کسی چیز کو دیکھ کر مجھ سے بولیں۔ ''کیا آج سمندر کنارے کچھ خاص تلاش کیا ہے؟''

جب میں نے انہیں وہ سیپ دکھا کر انہیں اس بارے میں بتایا کہ کس طرح وہ سیپ میرے ہاتھ لگا تو وہ میری پوری بات سن کر دھیرے سے مسکرائیں اور بولیں۔ ''کیسی میرا بچہ ادھر آؤ میرے پاس کچھ دیر کے لئے۔'' ان کی ممتا سے لبریز آواز ابھری تو میں صوفے پر ان کے پہلو میں جا بیٹھی۔

''یہ سیپ تمہارے پاس کیوں ہے اس کا مطلب جانتی ہو تم؟'' ممی نے پیارے سے میری طرف دیکھ کر پوچھا مگر میں جواباً انہیں سوالیاں نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ وہ مسکرائیں اور بولیں۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ میری بچی بہت خوش قسمت ہے کیونکہ اسے جل پریوں کے ہار سے نکلا سیپ ملا ہے۔''

ممی کے ایسا کہنے پر مجھے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ میں انہیں حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی اور خوش گوار حیرت سے بولی۔ ''کیا سچ میں ممی؟'' مجھے اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ممی نے اثبات میں سر ہلا کر کہنا شروع کیا۔ ''ہاں...... روایات میں ہے کہ جب بھی کبھی آسمان پر پورا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمکتا ہے تو سمندر کی تمام جل پریاں سطح سمندر پر آ کر سمندر کی تمام مخلوقات کے ساتھ جشن مناتی ہیں اور کف دریا پر خوب صورت سفید گھوڑوں کی سواری بھی کرتی ہیں

ساتھ ہی ساتھ وہ ان ملاحوں کی رہنمائی اور مدد بھی کرتی ہیں جو سمندری طوفان کے باعث اپنا راستہ بھٹک جاتے ہیں یا پھر مصیبت میں ہوتے ہیں وہ کبھی کبھار ساحل کنارے بھی آتی ہیں اور وہی وہ وقت ہوتا ہے جب وہ تمہارے جیسے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے تحفے رکھ کر چلی جاتی ہیں جیسا کہ یہ ایک تحفہ تمہیں مل چکا ہے۔" ممی نے تفصیل سے بتایا تو میں انتہائی دلچسپ کہانی سننے کے بعد اشتیاق سے ممی سے پوچھا۔"کیا آپ نے بھی کسی جل پری کو دیکھا ہے ممی؟"

"ہاں جب میں تمہاری عمر کی تھی تب میں نے اسے دیکھا تھا مجھے بھی بالکل تمہاری طرح ہی ایک ایسا سیپ ملا تھا جس کے اگلے دن ہی شام کو میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔" ممی نے جواباً کہا تو مجھے حیرت کے کئی شدید جھٹکے لگے۔ میں نے بے تابی سے پوچھا۔"وہ دکھتی کیسی تھی ممی۔"

میری حالت دیکھ کر ممی مسکرا کر بولیں۔"میں تمہیں زیادہ نہیں بتا سکتی میری جان کیونکہ یہ ایک راز ہے۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی اس بارے میں کسی انسان کو نہیں بتاؤں گی لیکن میری گڑیا میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ وہ بہت ہی چمکدار اور خوب صورت تھی اور مجھے یہ احساس ہے کہ بہت جلد تم بھی اپنی کسی جل پری سے ضرور ملوں گی۔" ممی نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

وہ تمام رات مجھے ٹھیک سے نیند نہ آسکی سوچوں کی یلغار تھی جو سونے نہ دے رہی تھی۔ میں بہت پر جوش تھی اور بیڈ پر آنکھیں کھول کر لیٹے ہوئے بس یہی سوچتی جا رہی تھی کہ کیا میں کبھی کسی جل پری سے مل سکوں گی؟ اگر ملوں گی تو اسے کیا کہوں گی؟ ہم کیا باتیں کریں گے؟" بس یہی سب سوچتے سوچتے وہ تمام رات آنکھوں میں ہی کٹ گئی۔ اگلے دن ہم Emerald Quay جا پہنچے جہاں ممی ڈیڈی اکثر ہمیں لے جایا کرتے تھے۔ یہ چھوٹی سی الگ تھلگ بے حد خوب صورت اور پرسکون جگہ تھی یہاں کے سمندر کا پانی آئینے کی طرح اس قدر شفاف تھا کہ ہم دور سے ہی پانی کے اندر سکون سے تیرتی ہوئیں مچھلیوں کو بہ آسانی دیکھ سکتے تھے دور کہیں آسمان پر سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھا اور بادلوں کا کوئی چھوٹا سا آوارہ ٹکڑا بھی دور دور تک مٹرگشت پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرا بڑا بھائی سمندر کی چھوٹی چھوٹی مخلوقات کو دیکھنے کے لئے بڑے مزے سے مچھلیاں پکڑنے میں مصروف تھا۔ جبکہ میں اکیلی ہی ساحل کنارے کنکریوں سے کھیلنے لگی تھی اور خود کو خیالوں ہی خیالوں میں جل پریوں کے ساتھ رقص کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ ہر فکر سے آزاد میں گا رہی تھی ہنس رہی تھی اور خود کو سمندر کی ملکہ ایمیلیا تصور کر رہی تھی جو سمندر کی ہر مخلوق کا خیال رکھتی ہے۔

شام ڈھلتے ہم گھر واپس آئے تو سارا دن کھیلنے کے باعث تھکن اور بھوک سے نڈھال تھے ہم سب رات کے کھانے میں بھنی ہوئی تازہ مچھلیوں کے ساتھ چپس آئس کریم اور کوک کی ٹھنڈی بوتلوں سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اس قدر لذیذ کھانا کھانے کے بعد نیند کا خمار سر چڑھ کر بولنے لگا اور سب ہی اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے رات کا کوئی دوسرا پہر رہا ہوگا۔ میں بے خبر اپنے کمرے میں سو رہی تھی کہ معاً میری آنکھ بنا کسی وجہ کے ایک جھٹکے سے کھل گئی۔

مجھے اس طرح اچانک آنکھ کھل جانے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ میں خالی الذہن آنکھیں کھولے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی کہ معاً دور کہیں ہوا کے دوش پر لہراتی بل کھاتی کوئی مدھم سی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔"کیسی، کیسی۔"

اپنا نام سن کر میں بے اختیار چونک کر اٹھ بیٹھی اور آواز کی سمت کا تعین کرنے لگی۔ مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی تھی سو فیصد کسی نے میرا نام نہایت دھیمے سے پکارا تھا۔ از خود میری نگاہیں کھڑکی کی جانب جا ٹھہریں غالباً آواز باہر سے ہی آئی تھی۔ میں اپنے اوپر سے لحاف اتار کر بیڈ سے نیچے اتری اور کھڑکی کے پاس چلی آئی باہر آسمان پر رات کی کالی چادر تنی ہوئی تھی جس کے اوپر پورا چاند اپنی تمام

ترحشر سمانیوں کے ساتھ محورقص تھا اوراس کی دھیمی روشنی میں جزیرے کا منظر نہایت دلفریب تھا سمندر کی پرسکون لہریں جب بار بار آ کر اپنا سر ساحل کنارے سے پٹختی تو بے حد رومانوی ماحول پیدا ہو جاتا۔ ٹھنڈی ہوائیں مجھ پر ایک عجیب سا نشہ طاری کرنے پر تلی ہوئی تھیں کہ معاً میں نے ساحل کنارے ایک بڑی سی چٹان پر کسی سراپا وجود کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو میری جانب اپنا ہاتھ لہرا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو جیسے مجھ پر سکتے طاری ہو گیا۔ کیا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی تھیں؟ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی تھی؟ جب میں نے مزید دیدے پھاڑ کر غور سے دیکھا تو وہی وجود جو کسی سائے کی طرح تھا مجھے ایک بار پھر اپنی جانب اشارہ کرتا ہوا دکھائی دیا......
اب مجھے سو فیصد یقین ہو گیا تھا کہ باہر جو کوئی بھی تھا غالباً مجھے ہی بلا رہا تھا۔ ”لیکن اس وقت مجھے باہر کون بلا سکتا ہے مجھے تو یہاں کوئی جانتا بھی نہیں ہے؟“ میں نے لمحے کے لئے سوچا مگر پھر جلد ہی ذہن میں آئے اس خیال کو جھٹک دیا۔

میں پندرہ سال کی کم عمر بچی ضرور تھی مگر اب ایسی بھی کوئی ڈرپوک نہ تھی کہ باہر جا کر صورت حال کا جائزہ نہ لے سکوں۔ چنانچہ میں خود میں تمام ہمت و حوصلے کو یکجا کر کے آہستگی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر آئی اور سیڑھیاں اتر کر نیچے ہال میں چلی آئی۔ پورا گھر اندھیرے کی لپیٹ میں تھا میرے ڈیڈ کے اونچے خراٹے پورے گھر میں گونج رہے تھے جو رات کی خاموشی میں بے ہنگم شور برپا کر رہے تھے۔ میرے بدن پہ ہلکی ہلکی کپکپی طاری تھی کیونکہ میرے پاؤں ننگے تھے اور ٹھنڈے فرش پر کھڑے ہونے کی وجہ سے ہلکی ہلکی سردی کا احساس ہونے لگا تھا میں نے خاموشی سے اندھیرے میں اپنی جرابیں اور جوتے تلاش کئے جنہیں پہننے کے بعد میں لانگ کوٹ اوڑھ کر دبے پاؤں چلتی ہوئی صدر دروازے کی جانب بڑھی گھر والے بے خبر گہری نیند سو رہے تھے۔
لہٰذا مجھے اطمینان تھا کہ وہ میری واپسی سے پہلے تک نہیں جاگیں گے۔ میں نے بنا آواز پیدا کئے نہایت احتیاط کے ساتھ دروازہ کھول دیا اور باہر دیکھنے لگ بد مست ٹھنڈی ہواؤں کی آغوش نے میرا استقبال کیا میں نے کوٹ کو اپنے گرد مزید اچھے سے لپیٹا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے باہر چلی آئی۔ ہمارا کاٹیج ساحل کے پاس ہی تھا لہٰذا تھوڑی ہی دیر میں، میں نرم و ملائم ریت پر چلتی ہوئی اس جانب بڑھ رہی تھی۔ جدھر مجھے وہ سایہ دکھائی دیا تھا کھلے آسمان پر پورے چاند کے ساتھ آج ستاروں کی بھی جیسے بارات سجی ہوئی تھی۔ جن کی روشنی میں پورا جزیرہ نہایت سحر انگریز لگ رہا تھا۔ رات کی خاموشی میں سمندر کے پانی کی ہلکی ہلکی آوازیں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔

اس وقت میرے علاوہ دوسرا اور کوئی ساحل پر موجود نہیں تھا میں یونہی چلتے چلتے ساحل کنارے پہنچی تو میں نے کسی وجود کو سمندر کے پانی کے اندر اوپر سے نیچے حرکت کرتے ہوئے دیکھا چاند کی دھیمی روشنی میں اس کے چہرے کے نقش و نگار دھندلے تھے مگر اپنی جسمانی خدوخال کے باعث وہ کوئی لڑکی معلوم ہو رہی تھی۔
”کیسی ادھر آؤ، ادھر آؤ۔“ ایک پرجوش نسوانی آواز ابھری۔ ایک اجنبی کے منہ سے اپنا نام سن کر مجھے شدید حیرت ہوئی مگر میں بہادری سے بولی۔ ”کون ہو تم؟“
”میرا نام صوفیہ ہے اور میں ایک جل پری ہوں۔“ وہ بولی تو لمحے کے لئے میرے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی اور میں حیرت کی کشتی میں ڈولنے لگی مگر پھر اگلے ہی لمحے جیسے مجھے یکدم سے ہوش آ گیا اور ایک جل پری سے ملنے کا خواب پورا ہوتا دیکھ کر مجھ پر بے انتہا مسرت کی مستی چھا گئی کیف و سرور کی بے پناہ لہریں مجھے اپنے پورے بدن میں دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

”جل پری...... کیا واقعی؟“ میرے لہجے میں بھی حد درجہ حیرت امڈ آئی تھی مجھے اپنی بصارت اور سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگر پھر یکا یک میں نے چاند کی ہلکی روشنی میں اس کی لمبی سی خوب صورت سی چمکتی ہوئی دم دیکھی جو چاندنی میں مزید دمک رہی تھی

اور پانی سے اوپر اٹھی ہوئی تھی۔

"کیا تمہیں میرا وہ تحفہ ملا جو میں تمہارے لئے چھوڑ کر گئی تھی؟" صوفیہ نے کنارے پر آتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

اب اس کا چہرہ مجھ پر واضح تھا وہ بے حد حسین وجمیل تھی۔ سرخ وسفید رنگت پر بڑی بڑی گول مٹول نیلی آنکھیں، خون کے رنگ جیسے سرخ ہونٹ اور کمر کی پشت پر پھیلتے ہوئے قیامت خیز لمبے ریشمی سرخ بال، اس قدر خوبصورت جل پری کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا تھا نہ ہی ایسی حسن پری میں نے کبھی فلموں میں دیکھی تھی۔ "وہ سب جو کل مجھے ساحل کنارے ملا تھا کیا خاص طور پر میرے لئے چھوڑا گیا تھا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا تو صوفیہ نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیا تم ہماری خاص موسم سرما کے وسط کی چاندنی رات کی پارٹی میں آنا چاہو گی؟ ملکہ نے تمہیں یاد کیا ہے۔" صوفیہ بولی۔

"ہاں ہاں ضرور کیوں نہیں۔" میں نے پر جوش ہوتے ہوئے خوشی سے کہا۔

اسی لمحے صوفیہ کا خوب صورت سفید گھوڑا لہروں سے سطح سمندر پر ابھرا۔ گھوڑے کے لمبے ملائم بال ہوا میں لہرا رہے تھے اور اس کی دم بھی ادھر سے ادھر جھوم رہی تھی۔ وہ بالکل فرضی کہانیوں جیسا یونیکورن تھا جس کے سر پر ایک شاخہ بھی موجود تھا۔ اس منظر کو اپنی جاگتی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ کر لمحے کے لئے میری نظریں پتھرا گئیں۔

چاند کی روشنی میں جل پری صوفیہ اور اس کے خوب صورت سفید گھوڑے کا منظر ہی عجب تھا۔ صوفیہ نے میری جانب ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ اس کے نرم ونازک ہاتھ میں تھما دیا اور سمندر کے ٹھنڈے پانی میں اتر گئی۔ صوفیہ نے سہارا دے کر مجھے اپنے خوب صورت گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا دیا۔ اب میں مکمل طور پر گھوڑے کے رحم وکرم پر تھی۔ اگلے ہی لمحے ہم Emerald Quay کی رنگ برنگی لہروں کے نیچے غائب ہو گئے دور آسمان پر چمکتی چاند کی روشنی میں ساحل سمندر کے نیچے بکھرے بے شمار رنگ، ہیرے کی مانند چمک رہے تھے اور سمندر کے شفاف پانی سے اوپر آسمان پر چمکتا ہوا چاند بھی بہ آسانی دکھائی دے رہا تھا۔

ہم نجانے کتنی دیر آرام وسکون سے سمندر کی لہروں کے ساتھ سفر کرتے رہے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں ہونے کے باوجود میں ٹھیک سے سب کچھ دیکھ سکتی تھی سن سکتی تھی اور سانس لے سکتی تھی یہ سب میرے لئے کسی سہانے خواب سے کم نہیں تھا جس پر یقین کرنا اب بھی میرے لئے خاصا دشوار تھا دور سے ہی مجھے جادوئی دنیا کا ایک سفید محل دکھائی دیا جس کی بلند وبالا عمارت بڑے شان سے سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر جیسی تھیں جیسے ہی ہم اس کے قرب پہنچے تو مجھے اس کی بلندی، چوڑائی، خوبصورتی اور مضبوطی کا اندازہ ہو گیا۔ ہیرے کی مانند چمکتی وہ خوب صورت عمارت میرے تصورات سے کہیں زیادہ خوب صورت تھی سمندر کی بے پناہ گہرائیوں میں ایسی خوب صورت عمارت دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سفید گھوڑا ٹھیک سفید محل کے باہر آ کر رکا تھا۔ صوفیہ نے سہارا

حسرت

ایک نرس کا منگیتر بڑی حسرت سے بولا۔

"جانو۔" کاش مجھے کوئی حادثہ پیش آتا اور میں تمہارے وارڈ میں ایڈمٹ ہوتا تم میری خدمت کرتی اور میں جلدی ٹھیک ہوتا۔"

یہ سن کر نرس بولی۔ "جان میرے وارڈ میں داخل ہونے کے لئے کسی حادثہ کی نہیں بلکہ معجزہ کی ضرورت ہے کیونکہ زچہ وارڈ میں میری ڈیوٹی ہوتی ہے۔"

(شرف الدین-ٹنڈوالہ یار)